بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم و بہ نستعین

اداریہ!

وطنِ عزیز میں ان دنون دو اہم فقہی مسائل پر بحث جاری ہے۔اس بحث میں بعض لوگ تو وہ ہیں جنہیں فقہی مسائل میں بحث کرنے کا حق حاصل ہے کہ ان کے پاس شرعی علوم کا بعض یا اکثر علم ہے، لیکن کچھ ایسے بھی ہیں کہ جنہیں صرف بولنے کا ہیضہ ہے اور علم ہو نہ ہو ہر بحث میں حصہ لینا اور دخل در معقولات ان کے مشاغل میں سے ایک ہے۔

پہلا مسئلہ قصاص کے کیس میں مقتول کے ورثاء کی جانب سے خون کی معافی کا ہے اور اس کا جزئی مسئلہ اس دیت کی معافی یا عدم معافی کے حق کا ہے جو قصاص معاف ہونے کی صورت میں لازم آتی ہے۔اس مسئلہ کی تفہیم کے لئے ابتداء قصاص کے بارے میں جاننا ضروری ہے جو اس مسئلہ کی اصل ہے۔

قصاص عربی زبان کا لفظ ہے اور قرآن میں استعمال ہوا ہے۔**ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب** ۔قصاص،قص سے ماخوذ ہے اور قص کاٹنے کو کہتے ہیں اسی سے مقص ہے یعنی کاٹنے والی چیز، قینچی وغیرہ۔چونکہ قصاص میں (اب بھی عرب دنیا میں) قاتل کی گردن کاٹی جاتی ہے،اس لئے اصل کے اعتبار سے اس کے معنی کاٹنے ہی کے ہیں اسی طرح اعضاء کے بدلے اعضاء کاٹنے کا حکم بھی قصاص میں آتا ہے۔قصاص، جرم قتل کی دراصل وہ سزا ہے جو اللہ نے مقرر کی ہے۔اس میں کسی کو کمی بیشی کا اختیار یا حق حاصل نہیں سوائے (قاضی شرع) عدالت کے کہ وہ جرم کی شناعت کے پیش نظر اس میں قصاص کے ساتھ کوئی تعزیری سزا شامل کردے یا جرم ثابت نہ ہو تو ارادہ قتل وغیرہ کی صورت میں محض تعزیری سزا تجویز کردے۔قصاص کو شریعت نے اسے حقِ فرد قرار دیا ہے۔جب کوئی قتل ہوتا ہے تو ایک شخص کے زندہ رہنے کے حق پر قدغن لگتی ہے اسے موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے تو حق العبد ضائع ہوتا ہے۔چنانچہ اسی بناء پر شریعت نے مقتول کے ورثا کو یہ حق دیا ہے کہ وہ چاہیں تو اپنے حق کا بدلہ لینے کی بجائے قاتل کو معاف کرسکتے ہیں اور معافی سے سزا ختم ہو جاتی ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للزیلعی ، نیز علامہ ابن رشد کی بدایۃ المجتہد ، نیز علامہ الماوردی کی الاحکام السلطانیہ وغیرہ)۔

قتل دو قسم کا ہے ایک قتل،قتلِ عمد ہے اور دوسرا قتل خطا......قتل عمد کے بارے میں حکم قرآنی

☆ اذا کان رب البیت بالدف مولعا..........فشیمۃ اھل البیت کلھم رقص ☆

ہے: **یاایھاالذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی ط الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی**۔(البقرۃ ۱۷۸)اس قسم کا قتل یعنی قتل عمد موجب قصاص ہے۔

دوسری قسم کا قتل، قتلِ خطا ہے جس کے بارے میں شریعت نے دیت رکھی ہے اس میں قصاص نہیں۔

سمجھنا چاہئے کہ قتل عمد میں اصلاً قصاص ہے اور دیت اس صورت میں ہے جب مقتول کے ورثاء دیت لے کر معاف کرنے پر تیار ہوں، ورنہ قاتل کو قصاص میں قتل ہی کیا جائے گا کوئی اور سزا نہیں ہوگی۔ اہل علم کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ اگر مقتول کے ورثا قصاص معاف کردیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔اور اس اجماع کی بنیاد یہ آیت ہے۔**فمن عفی لہ من اخیہ شئی فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان**......

اب رہا یہ سوال کہ مقتول کے ورثاء اگر قاتل کو قصاص معاف کردیں تو اس کے بعد اسے کوئی اور سزا بھگتنا ہوگی، اس میں بعض فقہاء کا اختلاف منقول ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام لیث نے کہا ہے کہ ایسی صورت میں قاتل کو کم از کم سو کوڑے لگنے چاہئیں اور ایک سال کی قید بھی بھگتنی ہوگی۔ امام مالک کے علاوہ دیگر فقہائے مدینہ کی رائے بھی یہی ہے اسی طرح کا ایک قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منسوب ہے، تاہم امام ثور نے کہا ہے کہ یہ سزا اس صورت میں ہے جب مجرم شر وفساد میں شہرت رکھتا ہو اور سزا سے بچ جانے کی صورت میں اس سے شر وفساد کا اندیشہ ہو تو حکومت تادیبی سزا کے طور پر ایسا کرسکتی ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق، اور ابوثور کے نزدیک ایسے مجرم کو جو قصاص سے بری ہو جانے کے بعد شر انگیزی میں مصروف ہو تو اسے قاضی تعزیری سزا دے سکتا ہے۔ احناف کا موقف یہ ہے کہ قاتل کو قصاص میں معافی مل جانے کی صورت میں اور کوئی سزا نہیں دی جاسکتی کہ یہ حق فرد تھا اور فرد (مقتول کا وارث) معاف کرچکا۔لہٰذا اب اسے کوئی اور سزا نہیں دی جائے گی۔ نیز یہ کہ تادیبی سزا کی بات کسی نص سے ثابت نہیں بلکہ ایک اثر سے اس میں استدلال کیا گیا ہے اور اثر ضعیف ہے۔(تفصیلات کے لئے دیکھئے: علامہ ابن رشد کی بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد)

جبکہ قتل خطا میں قصاص ہے ہی نہیں صرف دیت واجب ہے، اور قتل خطا کی صورت میں اگر مقتول کے ورثاء معاف کرنے پر تیار ہوں تو انہیں اختیار ہے کہ وہ دیت معاف کردیں۔ ہاں البتہ قتل عمد میں قصاص کی معافی اور دیت کی معافی دونوں کا مقتول کے ورثا کو اختیار ہے۔

☆اگر زباغ رعیت ملک خورد سیبی ...... برآورند غلامان اودرخت از بیخ☆

دوسرا مسئلہ زیر بحث توہین رسالت کی سزا سے متعلق ہے کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت کا مرتکب ہوا اور اس کے خلاف شواہد موجود ہوں اور ان شواہد کی بناء پر ایف آئی آر درج ہو جائے مگر عدالت میں اسے ثابت نہ کیا جا سکے یا شہود غائب ہو جائیں، یا کسی اور سبب سے جرم ثابت نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں شکایت کنندہ کے خلاف تادیبی کارروائی ہونی چاہئے......یا نہیں......؟

بادی النظر میں یہ ایک طے شدہ امر ہے اور اس پر ایک نئی رائے پیش کرنا اور یہ کہنا کہ جرم ثابت نہ ہونے کی صورت میں شکایت کنندہ کو یا گواہوں کو سزا ملنی چاہئے امرِ نادرست ہے۔ ایسے بہت سے جرائم ہیں جن میں لوگ مقدمات درج کراتے ہیں مگر وہ شواہد مکمل نہ ہونے یا گواہوں کے بدل جانے یا انتقال کر جانے کے باعث جرم ثابت کرنے میں ناکام رہتے ہیں، انہیں کوئی سزا نہیں ملتی۔ اگر ایسا ہونے لگے تو لوگ عدالتوں کا رخ کرنا چھوڑ دیں اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے لگیں گے۔ ہماری دانست میں ایسا کوئی قانون یا ضابطہ بنانے کی کوشش کرنا جس سے توہین رسالت کے مقدمات درج کرانے والوں کو سزائیں دلوانا مقصود ہو، اہانتِ رسول کے مرتکبین کو مضبوط کرنے والی بات ہے نہ کہ توہین رسالت کے قانون کی مضبوطی کی۔ ایسے کسی قانون سے ٹیری جونز کو تو فائدہ ہو سکتا ہے مگر کسی مسلمان کو جو حب رسول میں کسی فاسق و فاجر کی شکایت لے کر تھانے کچہری جائے اسے نقصان ہی ہوگا۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ ٹیری جونز اور اس کی پارٹی کے ہاتھ مضبوط کریں یا اہل ایمان کے......

❀❀❀

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

احساسِ عمل کی چنگاری جس دل میں فروزاں ہوتی ہے
اُس لب کا تبسم ہیرا ہے، اُس آنکھ کا آنسو موتی ہے

(قابل اجمیری)

☆اذا مت عطشانا فلا نزل القطر......دنیا پسِ مرگِ من، چہ دریا چہ سراب!